

تفسير احمد

سُورَةُ الْعَادِيَاتِ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «العاديات» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة العاديات

جزء (30)

سورة عاديات مکی ہے اس کی « ۱۱ » آیات ہیں

وجه تسمیہ:

اس سورت کا آغاز عادیات پر حق تعالیٰ کی قسموں سے ہوتا ہے ، جس سے مراد "مجاہدین کے تیز رفتار گھوڑے ہیں، جنہیں "عادیات" کہا جاتا ہے۔ یہ سورہ جو مکی سورتوں میں سے ایک ہے ، اس کے دو نام ہیں: العادیات، اور "وَالْعُدِيَّتِ ضَبْحًا" ، سورہ عادیات کو سورہ عتاب یا گلہ یا سرزنش سے بھی مشہور و معروف کیا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ اس سورت کا آغاز جانور کی قسم کھا کر کرتا ہے ، اور اس سے مراد انسان کی ناشکری کا اظہار ہے ، سورة العصر کے بعد اس سورت کا نزول ہوا ہے ۔

عادیات: جمع ہے عادیہ کا، اور لفظ "عدو" کے مادہ سے دوڑنے کے معنی میں ہے ، گھوڑے کو بھی عادیہ کہتے ہیں، پس عادیات دوڑنے والے یا کوئی بھی چیز جو رفتار کے ساتھ راستے کا سفر طے کرتی ہے۔ اس سورت کا نام سورہ مبارکہ کے محور سے گہرا تعلق رکھتا ہے ، جو درحقیقت ان نعمتوں کے مجموعے کی بحث ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں ، جن میں سے ایک یہ عادیات بھی ہے ، کہ اگر حقیقت میں شکر ادا کی جائے تو انسان کمال کو پہنچ جاتا ہے ، جبکہ ان نعمتوں کی ناشکری کی صورت میں انسان عیب، کمزوری اور پسماندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

سورة العاديات کے نزول کا وقت

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ، حضرت عبداللہ بن مسعود ، جابر ، حسن بصری ، عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں کہ یہ مکی سورتوں میں سے ہے ، حضرت انس ابن مالک اور قتادہ کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے ، حضرت ابن عباس سے دو قول منقول ہیں ، ایک یہ کہ سورت مکی ہے ، اور دوسرا یہ کہ مدنی ہے ، لیکن سورت کا مضمون اور انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ نہ صرف مکی ہے ، بلکہ مکہ کے بھی ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے ۔

سورة العاديات کا ربط و مناسبت سورة الزلزال سے

الف: سورة الزلزال کی آیت "وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا" اور اس سورت کی "إِذَا بُعْثَرَمَا فِي الْقُبُورِ" کے درمیان ربط اور مطابقت۔

ب: پچھلی سورت کے آخر میں نیکی اور بدی کے بیان کا ذکر تھا، یہ سورت انسان کی ناشکری، حق کی نعمتوں سے انکار اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی مذمت کرتی ہے۔

اس سورت کی آیات ، الفاظ اور حروف کی تعداد

سورة عاديات کا ایک (1) رکوع، گیارہ (11) آیتیں ، چالیس (40) الفاظ ، ایک سو ستر (170) حروف اور انتہر (78) نقطے ہیں۔

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظہ کریں)

سورة العاديات کی تمہید

سورة عاديات میں خدا کی راہ میں مجاہدین کے گھوڑوں کے بارے میں بتایا گیا ہے ، جب وہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں، تو ان سے ایک زور دار آواز سنائی دیتی ہے، پھر تیز دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کے ٹکرانے اور رگڑ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں، اور گرد و غبار اٹھتا ہے ، سورت کا آغاز حملہ آور ہونے والے گھوڑوں پر قسم سے ہوئی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے فضل اور عزت کو ظاہر کرتا ہے، قسم کھا ئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ناشکرا ہے ، وہ اس کی عنایات اور سخاوت کا انکار کرتا ہے ، اور زبان حال وقال سے ناشکری اور انکار کا اظہار کرتا ہے، یہ سورت انسان کی فطرت اور دولت سے اس کی شدید محبت اور لگاؤ پر بھی بحث کرتی ہے، اور یہ بتاتی ہے کہ آخر انسان کو حساب و کتاب اور سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس لوٹنا ہے پر سورت ختم ہوتی ہے، اور ظاہر کرتی ہے کہ دولت اور مقام فائدہ مند نہیں ہیں، بلکہ صرف نیک اعمال ہی نفع بخش ہیں۔

سورة مبارکہ کا سبب نزول

بزار ، ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے سپاہیوں کا ایک گھڑ سوار دستہ جہاد کے ایک میدان میں بھیجا، اور ایک مہینہ انتظار کیا، لیکن ان کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی ، پھر یہ آیات نازل ہوئیں: "وَالْعُدِيَّتِ

صُبْحًا ۝ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝ فَالْبَغِيْرِتِ صُبْحًا ۝ فَأَثْرُنَ بِهِ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝ إِنَّ

الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَلِكٍ لَّشَهِيدٌ ۝ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعِثَ رَمَا فِي الْقُبُورِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝ (بزار نے مسند 82/3 میں شماره 2291 "کشف" ، اور واحدی نے (اسباب النزول میں : صفحہ 305) ، ودارقطنی نے (الأفراد: 236/3) شماره 2525 - اطراف الغرائب) اس کی تخریج کی ہے ؛ جس طرح کہ سیوطی نے (الدر المنثور میں (599/8)) اس کو ذکر کیا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں " احمد بن عبدہ الضبی عن حفص بن جمیع ثنا سماک عن عکرمہ عن ابن عباس) سے اسے نقل کیا ہے، حکم سند: ضعیف، (حفص بن جمیع ضعیف ہے) اس حدیث کے ضعیف ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے، سماک کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے -

سورة العاديات کے مشتملات

اگر اس سورت کے مشتملات پر توجہ دی جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس سورت کے شروع میں جگانے والی قسموں کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس کے بعد بنی نوع انسان کی بعض کمزوریوں جیسے : کفر اور دنیا پرستی کے بارے میں بات کی گئی ہے، اور آخر میں ایک مختصر اور واضح اشارہ ہے قیامت کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے علمی احاطہ پر سورت کا اختتام ہوا ہے۔

سورت کی مبارک آیات کی تقسیم

سورت کی پہلی تا آیت "5" میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو عطا کی گئی عظیم نعمتوں کا تذکرہ ہے، اور توقع کی گئی ہے کہ انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کریں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر انسان اپنی خواہشات، میلان اور تمناؤں کے تابع ہو کر اس طرف قدم نہیں اٹھاتے، بلکہ شکرگزاری کے بجائے کفر اور ناشکری اختیار کرتے ہیں۔

آیت "6" پہلی پانچ آیات کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو نعمتیں عطا کی ہیں اور بندے سے شکرگزاری کی توقع کی گئی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اور سورہ کی آیت "9" سے آخر تک مرنے کے بعد لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے اور ان کے ان اعمال کے ظاہر ہونے کی طرف اشارہ ہے جنہیں وہ چھپاتے تھے، اور انسان کی اعمال کی جزا اور سزا تک پہنچنے کی طرف بھی اشارہ ہے -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة العديت

وَالْعَدِيَّتِ ضَبْحًا ۝۱۰۱ فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝۱۰۲ فَالْبَغِيَّتِ ضَبْحًا ۝۱۰۳ فَاتَّرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝۱۰۴ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝
 إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۱۰۵ وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝۱۰۶ وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۱۰۷ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا
 فِي الْقُبُورِ ۝۱۰۸ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝۱۰۹ إِنَّ رَبَّهُم بِمَا يَكْبِتُونَ ۝۱۱۰

سورت کا ترجمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وَالْعَدِيَّتِ ضَبْحًا ۝۱۰۱	قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر (جہاد کے میدان کی طرف بڑھتے ہیں)
فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ۝۱۰۲	پھر (اپنی ٹاپوں سے) جنگاریاں اڑاتے ہیں
فَالْبَغِيَّتِ ضَبْحًا ۝۱۰۳	پھر جو صبح کے وقت (دشمن پر) حملہ کرنے والے ہیں
فَاتَّرْنَ بِهِ نَقْعًا ۝۱۰۴	پھر اس موقع پر گرد و غبار اراتے ہیں
فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝۱۰۵	پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جاگھستے ہیں
إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝۱۰۶	حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے
وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ لَشَهِيدٌ ۝۱۰۷	اور وہ خود اس پر گواہ ہے
وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝۱۰۸	اور وہ مال و دولت سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے
أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝۱۰۹	کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لیے جائیں گے
وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝۱۰۱۰	اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا
إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝۱۱۰	بیشک ان کا رب اس دن ان کے متعلق یقیناً خوب خبر رکھنے والا ہے

تشریح لغات و اصطلاحات

"الْعَدِيَّة" عَادِيَه کی جمع، سرپٹ گھوڑے، اس سے مراد کوئی بھی ایسی سواری، اور اسباب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اس کے احکام کو بجالانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، یعنی: غازیوں کے گھوڑے جو تیزی سے دوڑتے ہیں، "ضَبْحًا" تیز دوڑتے ہوئے گھوڑوں کے ہانپنے کی آواز، "الموريات" مُورِيَّةٌ کی جمع، چقماق کے پتھر کو ایک دوسرے پر مارنا، یہاں بہ معنی اسم فاعل ہے، "قَدْحًا" حال ہے، "قَادِحَات" اسم فاعل کے طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے اور حال ہے، مراد پاؤں کے سموں کو زمین کے پتھروں پر مارنا ہے۔

"الْمُغِيرَاتِ" مُغِيرَه کی جمع، حملہ کرنے والے، مغیرات: آغارہ کے مادہ سے ہے، جس کا مطلب ہے کسی چیز کو اونچی جگہ سے نیچے جگہ پر اتارنا، اس لیے "آغارہ" کے معنی حملہ کرنے کے ہیں، "صُبْحًا" صبح کے وقت، مفعولٌ فیہ ہے، اور اُسے بہ معنی اسم فاعل (مُضِيحَات) بھی ذکر کیا گیا ہے، اسے زمانہ حال میں شمار کیا ہے، صبح: جب سورج طلوع ہوتا ہے اور اس کی روشنی چار سو پھیل جاتی ہے۔

"أَثْرَنَ" انہوں نے بیدار کیا، اٹھایا، یہ باب افعال ہے "إثارة" کے مصدر سے ہے، اس کا مادہ "ثور" ہے، (ملاحظہ فرمائیں، سورہ بقرہ: 71، سورہ روم: 9 اور 48، سورہ فاطرہ: 9)۔

"وَسَطْنَ" بیچ میں گئے، بیچ کی طرف بھاگے، "الانسان" اس سے مراد وہ انسان ہے جس کی پرورش علم الہی کی روشنی میں نہیں ہوئی، اور انبیاء کی تعلیمات اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہوئیں، اور اس نے آپ کو سرکش جبلتوں اور خواہشات کے حوالے کر دیا ہے، "لکنود"، "کَنَدَ" کے مادہ سے ہے، یعنی: خیر کے بغیر، خیر سے محروم ہو گیا، مبالغہ کے لیے ہے، بہت ناشکری کرنے والا، حق سے نا آشنا اور بے خبر، "بُعْثِرَ" باہر لایا گیا، اور زندہ ہوا (سورہ انفطار: 4) "حُصِّلَ" ہاتھ میں لگا، جمع ہوا، "خبیر" آگاہ، باخبر۔ (منقول: تفسیر نور)۔

مختصر تفسیر:

سورہ ہذا کی مبارک آیات میں: انسان خدا کی نعمتوں کا منکر، مال و دولت

سے بے پناہ محبت کرنے والا اور آخرت کے بارے میں بے پرواہ ہے،
جیسے موضوعات کے بارے میں بحث ہوئی ہے، -

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر (جہاد کے میدان کی طرف بڑھتے ہیں)	وَالْعِدِيَّتِ ضَبَّحًا ۱۰
---	----------------------------

یعنی: یہی دوڑنے والے ہیں جو اپنے تیز اور جارحانہ دوڑ سے اپنے سینوں سے تیز آواز نکالتے ہیں، یہ ان کے تیز و تند دوڑنے کی دلیل ہے، اور یہی ہیں کہ جب ان کے کھر پتھر سے ٹکراتے ہیں تو چنگاری اڑتی ہے، اور یہی ہیں جو صبح کے وقت حملے کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور یہی ہیں کہ جو تیز دوڑنے کی وجہ سے گردوغبار اڑاتے ہیں، اور یہی ہیں جو مخالف صفوں میں گھس کر انہیں چیر دیتے ہیں۔

ابن عباس ۱ فرماتے ہیں: گھوڑا جب دوڑتا ہے تو اس وقت اح، اح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اسے "ضبح" کہتے ہیں، مفسر ابو سعود کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے کہ جب وہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو ان کے حلق اور ناک سے ایک تیز آواز سنائی دیتی ہے (ابوسعود: 280/4)۔

علماء کے نزدیک "عادیات" کے دو معنی ہیں:

1 - اونٹ۔

2 - دوڑنے والے گھوڑے۔

تفہیم القرآن کے مفسر اس مبارک آیت کے تحت لکھتے ہیں: آیت کے الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ دوڑنے والوں سے مراد گھوڑے ہیں، بلکہ صرف و الْعِدِيَّتِ (قسم ہے دوڑنے والوں کی) فرمایا گیا ہے، اسی لیے مفسرین کے درمیان اس باب میں اختلاف ہوا ہے کہ دوڑنے والوں سے مراد کیا ہے، صحابہ و تابعین کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں، اور ایک دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ اس سے مراد اونٹ ہیں، لیکن چونکہ دوڑتے ہوئے وہ خاص قسم کی آواز جسے ضبح کہتے ہیں، گھوڑوں ہی کی شدت تنفس سے نکلتی ہے، اور بعد کی آیات بھی جن میں چنگاریاں جھاڑنے اور صبح سویرے کسی بستی پر چھاپہ مارنے اور وہاں گرد اڑانے کا ذکر آیا ہے، گھوڑوں ہی پر راست آتی ہیں، اس لیے اکثر محققین نے اس سے مراد گھوڑے ہی لیے ہیں، ابن جریر کہتے ہیں: دونوں اقوال میں سے یہ قول ہی قابل ترجیح ہے کہ دوڑنے والوں سے مراد گھوڑے ہیں، کیونکہ اونٹ ضبح نہیں کرتا، گھوڑا ہی ضبح کیا

کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان دوڑنے والوں کی قسم جو دوڑتے ہوئے صبح کرتے ہیں۔ "امام رازی کہتے ہیں کہ "ان آیات کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں، کیونکہ صبح کی آواز گھوڑے کے سوا کسی سے نہیں نکلتی، اور آگ جھاڑنے کا فعل بھی پتھروں پر کھروں کی ٹاپ پڑنے کے سوا کسی اور طرح کے دوڑنے سے نہیں ہوتا، اسی طرح صبح سویرے چھاپہ مارنا بھی دوسرے جانوروں کی بہ نسبت گھوڑوں ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔"

قرآن کی قسمیں

قرآن کریم میں مجموعی طور پر چوالیس سورتوں میں، ایک سو چار آیات میں ایک سواٹھارہ جگہوں پر قسم کھائی گئی ہے، قرآن مجید میں تینتیس سورتوں میں خالق کائنات کی چھیانوے (۹۶) قسمیں ہیں، ان میں سے تینیس (۲۳) سورتوں میں سورت کا آغاز قسم سے ہے، اور دونوں قسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قیامت کے دن کے اثبات اور اس دن انسان کے اعمال کے حساب و کتاب کے بارے میں آئی ہیں، اور چار قسمیں حضرت یوسف کے بھائیوں کی طرف سے ہیں، ایک قسم جادوگروں کی جو فرعون کے لیے کھائی کہ موسیٰ پر غالب آئیں گے، ایک اور قسم شیطان کی ہے جو خدا کے غیر مخلص بندوں کو گمراہ کرنے کے بارے میں ہے، اور پندرہ قسمیں مشرکین، منافقین اور قیامت کے منکرین کی ہیں (تفسیر کبیر صفحہ : 23 اور 24)۔

سوگند (sawgand) اصل میں سوکنتہ (saokanta) ماچس کے معنی میں ہے، اور قسم کھانا ماچس کھانے کا معنی دیتا ہے، کہ یہ گنہگار کو بے گناہ سے فرق کرنے کا ایک طرح کا امتحان تھا، پرانے زمانے میں ماچس کے ملاوٹ والا پانی ملزم کو پلاتے تھے، اور اس کے اثر سے یہ طے کرتے تھے کہ وہ مجرم ہے یا بے گناہ، پھر بعد والے زمانے میں یہ قسم کی جگہ استعمال ہوا ہے، (فرہنگ عمید، جلد 2، صفحہ : 1485)۔

قسم ایک اقرار اور اعتراف ہے جو ایک شخص اپنی عزت پر کھاتا ہے، خدا یا کسی کو گواہ بناتا ہے (فرہنگ فارسی معین، ڈاکٹر معین، جلد 2 صفحہ : 1956)۔

عربی زبان میں لفظ "قسم" اور اس کے تمام مشتقات فارسی زبان میں لفظ "سوگند" کے مترادف ہیں، اور قسم کو اس لیے قسم کہا گیا ہے کہ یہ کلام کو دوحصوں میں تقسیم کرتا ہے، کہ صحیح کو غلط اور نادرست کو درست سے الگ کرتا ہے، جبکہ اصطلاح میں قسم ایک جملہ ہے جس کے ذریعے دوسرے جملے کی تاکید ہوتی ہے، (مغنی اللیبیب ابن ہشام: صفحہ 56)۔

شیخ محمد عبدہ قرآنی قسموں کے بارے میں کہتے ہیں: "جب آپ ان تمام

چیزوں پر توجہ دیں گے جن کی قرآن میں قسمیں کھائی گئی ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں نے ان چیزوں کے فوائد سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کا انکار کیا یا انہیں حقیر جانا، مختصر یہ کہ وہ ان کی تخلیق کی حکمت سے غافل تھے، اور ان قسموں نے ان سب کا جواب دیا اور لوگوں کو شک و تردید، فریب اور غفلت سے نکالا، اور ہر مخلوق کی کامیابی کو صحیح طور پر ظاہر کیا۔ اعمال خیر کی تعظیم و تکریم کے لیے لوگوں کو ان کے کرنے کی ترغیب ملی، ان میں سے "وَالْعُدِيَّتِ صَبْحًا" ترجمہ: قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر (جہاد کے میدان کی طرف بڑھتے ہیں)۔ دوسری طرف، قرآن کی قسمیں دنیا کے مسائل اور مخلوقات کی گہرائی میں انسانی فکر اور تحقیق کی رہنمائی کا بہترین ذریعہ ہیں، تاکہ ان کوششوں اور درستگی کے ذریعے علوم اور دانش کے دروازے انسانی معاشرے کی طرف کھل سکیں، طنطاوی کے مطابق: "قرآن کی قسمیں علم کی کنجیاں ہیں" (الجواهر طنطاوی، جلد 25، صفحہ 258 ابوالقاسم رزاقی کی قرآن کی قسموں سے منقول)۔

فَالْمُورِيَّتِ قَدْحًا ٢١	پھر (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اڑاتے ہیں
----------------------------	--

میں قسم کھاتا ہوں نعل سے آگ نکالنے والے گھوڑوں کی، جو اپنی تیز رفتاری اور شدت کی وجہ سے اپنے کھر سے چنگاریاں اڑاتے ہیں یعنی اپنی ٹاپوں سے شرارے جھاڑتے ہیں۔ چنگاریاں جھاڑنے کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ گھوڑے رات کے وقت دوڑتے ہیں، کیونکہ رات ہی کو ان کے ٹاپوں سے جھڑنے والے شرارے نظر آتے ہیں (تفہیم القرآن)۔

فَالْمُغِيْزَاتِ صَبْحًا ٣١	پھر جو صبح کے وقت (دشمن پر) حملہ کرنے والے ہیں
-----------------------------	--

پھر صبح کے وقت حملہ کرنے والوں کی، کہ صبح کے وقت (دشمن پر) حملہ آور ہوتے ہیں، مفسر آلوسی کہتے ہیں کہ: حملوں میں یہ معمول ہے، وہ رات کو حملہ کرتے تھے کہ دشمن کو پتہ نہ چلے، اور صبح کے وقت چھاپہ مار کارروائیوں کا آغاز کرتے تھے، تاکہ وہ دیکھیں کیا لاتے ہیں اور کیا چھوڑ جاتے ہیں (روح المعانی: 215/30)۔

فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا ٣٢	پھر اس موقع پر گرد و غبار اراتے ہیں
-----------------------------	-------------------------------------

یعنی: وہ دوڑتے ہوئے دھول اڑاتے ہیں، اور اپنی تیز رفتاری سے مٹی کو ہوا میں اچھالتے ہیں، اس لیے کہ ان کی رفتار کافی تیز ہے، اور اپنے قدموں کو سختی سے زمین پر مارتے ہیں۔

پھر اسی حالت میں کسی مجمع کے اندر جاگھستے ہیں	فَوْسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۝
---	---------------------------

پھر وہ دشمن کے لشکر کے بیچ میں گھس کر ان کا محاصرہ کرتے ہیں، اور دشمن کو غفلت میں رکھ کر ان کے بیچ میں داخل ہوتے ہیں تاکہ دشمن کو ان سے مقابلے کا موقع نہ ملے، خداتعالیٰ نے ان تین چیزوں کی قسم کھائی ہے، تاکہ مجاہدین کے گھوڑوں کا مقام اور مرتبہ بتادے جو کہ تیزی سے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں، اور ان کے کھروں سے آگ کی چنگاریاں اڑتی ہیں، اور صبح ہوتے ہی دشمن پر حملہ کرتے ہیں، اور گردوغبار اڑاتے ہیں، اور دشمن کے بیچ میں جگہ بناتے ہیں، اور ان کو پریشان اور افراتفری کا شکار بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ میدان جنگ میں ان گھوڑوں کی خصوصیات ذکر کرنے کے بعد انسان کی سرزنش کرتا ہے کہ اے انسان! تو ناشکرا ہے، اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے	إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝
--	--

وہ خدا تعالیٰ کے احسان سے چشم پوشی کرتا ہے اسے بھول جاتا ہے اور اپنے رب کے نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے، یعنی: اس کا شکر بالکل معمولی سا ہے یا پھر نہ ہونے کے برابر ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے نعمتوں کے بدلے شکر گزاری چاہتا ہے۔

"کنود" اس آدمی کو کہتے ہیں جو بہت زیادہ انکار کرنے والا اور نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہو، حسن بصریؒ کنود کے معنی میں کہتے ہیں: کنود سے مراد وہ شخص ہے جو مصیبتوں کو یاد کر کے نعمتوں کو بھول جاتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے کہا: لکنود کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، حضرت حسن بصریؒ نے بھی یہ کہا ہے کہ وہ مصائب کو یاد کرتا ہے اور نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

ابوبکر واسطی نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں خرچ کرے، وہ "کنود" ہے، اسی طرح ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ: کنود بمعنی قلیل الخیر، اور ارض کنود شور (تھور والی) زمین جس میں کچھ پیدا نہ ہو، (تفسیر مظہری: جلد 7 ص: 467)۔

ترمذی نے کہا: جو آدمی نعمت کو دیکھے اور نعمت دینے والے کو نہ دیکھے وہ "کنود" ہے، اس قول کے مطابق اس کا معنی ناشکری ہے کہ اوپر اس لفظ کا ترجمہ ناشکرا کیا گیا ہے۔

آیت مبارکہ "وَالْعِدِيَّةِ ضَبَّحًا" میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ: جہاد اور دفاع اس قدر قیمتی ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ مجاہدین کے گھوڑوں کی سانس کی

قسم کھاتا ہے، آیت مبارکہ میں ہم نے دیکھا کہ گھوڑے اللہ کی راہ میں دوڑتے ہیں، جبکہ انسان اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ضد اور سرکشی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

وَإِنَّ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدًا ۝	اور وہ خود اس پر گواہ ہے
-------------------------------------	--------------------------

یعنی انسان کا ضمیر اس سے باخبر ہے، یہاں تک کہ جن معاملات میں وہ بھانہ تلاش کرتا ہے یا عذر کرتا ہے وہ خود جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے، "شہید" شہد کے مادہ سے ہے، وہ شخص جو حاضر ہو اور کسی کام کی نگرانی کرتا ہو۔

لفظ "شہید" کے بارے میں علماء کی رائے:

1 - انسان اپنے کاموں میں کوتاہی پر خود گواہ ہے کہ وہ شکر ادا نہیں کرتا۔

2 - اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے بندے شکر گزار نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ انسانی روح میں موجود چیزوں سے باخبر ہے، اور ان پر گواہ ہے، جس طرح انسان اپنے اعمال قول و فعل کا گواہ ہے، اسی طرح وہ نعمتوں کی ناشکری، نعمتوں کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے عطایا کے انکار پر بھی گواہ ہے۔

یعنی: اپنی ناشکری کا خود گواہ ہے اور بہ زبال حال و قال اپنے خلاف یہ گواہی دیتا ہے، اس لیے کہ اس ناشکری کا اثر اس پر ظاہر ہے، قتادہ اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ: اس کا معنی یہ ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اس ناشکری پر گواہ ہے۔"

وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ۝	اور وہ مال و دولت سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے
---	--

اور اسے جمع کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے، اسے دنیاوی چیزوں سے لگاؤ ہے، مال و دولت سے محبت کرنے والا اور دنیا کا عاشق ہے، اور اسے دولت و ثروت جمع کرنے کا لالچ ہے، اس کے برعکس عبادت کا شوق، اور نعمتوں کی شکر گزاری میں اس کی دلچسپی بہت کم، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ خدا کے قسم کھانے کی ایک اور صورت ہے، اور انسان کی دوسری صفت "کنود" ہے، یعنی ایسا انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرنے والا اور بخیل ہے، اور وہ خیرات، زکوٰۃ اور نفقہ نہیں دیتا، اس کا خیر کسی کو نہیں پہنچتا، نہ کسی کو مالی نہ اخلاقی فائدہ پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دولت کو خیر کہا ہے، ایک عام اصطلاح کے طور پر جو لوگوں میں مشہور ہے، کہ مال "خیر" ہے، یعنی اس کے ذریعے انسان

کو بہت ساری نیکیاں نصیب ہوتی ہیں ، اگر اسے اللہ کی رضا کی راہ میں خرچ کرے ۔

یاد رہے کہ: اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ : مال میں دلچسپی انسان میں ایک فطری امر ہے ، لیکن جو چیز قابل مذمت ہے وہ انتہائی اور ضرورت سے زیادہ محبت اور دلچسپی ہے جس میں ایک طرف انسان ہر طرح کی آمدنی اور دولت کے حصول میں مشغول رہتا ہے ، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کیے گئے حقوق ادا نہیں کرتا ۔

مفسرین نے اس آیت کے مفہوم کے بارے میں دو قول بیان کیے ہیں ، ایک یہ کہ انسان کو پیسے کا بہت زیادہ شوق ہے ، دوسرا یہ کہ پیسے کی محبت کی وجہ سے وہ لالچی اور کنجوس ہے ، مفسر ابن کثیر کہتے ہیں: "دونوں معنی صحیح ہیں" لہذا دونوں پہلوؤں کا خلاصہ یہ ہے کہ: انسان دولت کی محبت میں حد سے تجاوز کرتا ہے ، اور اس کے حاصل کرنے میں سخت محنت کرنے والا ، اور اس کے ذخیرہ کرنے میں بہت مستعد ہوتا ہے کہ ہاتھ اور پاؤں میں فرق نہیں کرتا ، مذکورہ بالا آیات سے درج ذیل نکات اخذ کیے جاسکتے ہیں ۔

1- حرف "ف" کے ساتھ پانچ قسمیں مربوط ہیں ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی جنس سے ہیں ، یعنی یہ دوڑنے والے ہی ہیں جو تیز دوڑنے سے اپنے سینوں سے ایک سخت آواز نکالتے ہیں ، جو ان کے تیز دوڑنے کو ظاہر کرتی ہے ، اور یہی ہیں کہ جب ان کے کھر اور نعل کسی پتھر سے ٹکراتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں اڑتی ہیں ، یہی ہیں جن کو صبح سویرے حملہ کرنے کے لیے چُنا گیا ہے ، اور یہی ہیں کہ تیز دوڑنے کی حالت میں گرد و غبار اڑاتے ہیں ، اور یہی ہیں کہ دشمن کی صفوں میں گھس کر کارروائی کرتے ہیں ۔

اس طرز بیان سے واضح ہوتا ہے کہ جن مفسرین کے نزدیک ان تیز دوڑنے والوں سے مراد صرف گھوڑے ہیں ، ان کا استدلال ہے کہ کسی بھی دوسرے دوڑنے والوں پر یہ خصوصیات درست نہیں آتیں ، البتہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد دور جاہلیت میں عربوں کے بے وقت حملے ہیں ۔

2- مذکورہ بالا قسموں کا جواب یہ ہے کہ: یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے ، (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تفسیر جلوہ های از اسرار قرآن : حکمتیار)۔

قرآن عظیم میں متعدد آیات میں بعض ناشکرے بندوں کی صفات بیان کی گئی ہیں ، جو مصیبت کے وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں ، لیکن خوشحالی اور نعمت کے وقت یا مصیبت رفع ہونے کے بعد اللہ سے منہ موڑتے ہیں اور اسے بھول جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی آیات: "63 اور 64" سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 "قُلْ مَنْ يُجِيبُكُمْ مِّنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۗ لَّيْنٌ أُنْجِنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۶۳ قُلِ اللَّهُ يُجِيبُكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝۶۴" ترجمہ: "کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون چھٹکارا دیتا ہے (جب) کہ تم اسے عاجزی اور نیاز پنہانی سے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر خدا ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر گزار ہوں، کہو کہ خدا ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے، پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔"

اسی طرح فرماتا ہے: "وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۗ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرِّ مَسَّهُ ۗ كَذَلِكَ زِينٌ لِّلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۲" سورہ یونس: 12) ترجمہ: "اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور) اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔"

"فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ ۗ فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ ۗ فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانَنِ ۝۱۶" (سورہ فجر) ترجمہ: "پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی (15) لیکن جب وہ اسے آزمائے، اور اس پر اس کا رزق تنگ کر دے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ہے (16)۔"

"فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۗ ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۗ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۗ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۴۹" (سورہ زمر: 49) ترجمہ: "جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے، پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے (میرے) علم (ودانش) کے سبب ملی ہے (نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے، مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔"

"وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَیْنِ اٰتِنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۵۰ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۵۱" (سورۃ التوبہ: 76 و 75) ترجمہ: "اور ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہم کو اپنی

مہربانی سے (مال) عطا فرمائے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکاروں میں ہوجائیں گے، لیکن جب خدا نے ان کو اپنے فضل سے (مال) دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) روگردانی کر کے پھر بیٹھے۔"

رب تعالیٰ ایسے ناشکرے اور بے ایمان لوگوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ ایک دن آئے گا جس میں بازپرس ہوگی، قیامت قائم ہوگی، اور جو قبروں میں سوئے ہوئے ہیں وہ اٹھیں گے، اور جو کچھ سینوں میں ہے اس کو بھی دیکھا جائے گا، وہ سب رب کے سامنے کھڑے ہوں گے، اس دن وہ جان لے گا کہ اس کا رب دوسروں سے زیادہ اس کی حالت سے باخبر ہے، وہ جانتا ہے کہ کس نے کیا ناشکری کی ہے، اور کون کس انعام کا مستحق ہے، "وَلَيْنِ اَذْقَنَهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِيْٓ ۝ وَمَا اَطْلُنُ السَّاعَةَ قَابِلَةً ۝ وَلَيْنِ رُجِعْتُ اِلَى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهُ لَلْحُسْبٰى ۝ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۝ وَلَنُنذِرُقَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝" (سورہ فصلت: 50) ترجمہ: "اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہو، اور اگر (قیامت سچ بھی ہو اور) میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ہاں بھی خوشحالی ہے، پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ان کو ضرور جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے۔"

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں وہ باہر نکال لیے جائیں گے	اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝
--	---

کیا وہ (دنیا کے بھکاوے میں آنے والا انسان) نہیں جانتا کہ جو کچھ قبروں میں ہیں (سب حساب و کتاب کے لیے) دوبارہ اٹھائے جائیں گے، "اِذَا بُعْثِرَ" بیدار کر کے قبروں سے نکالا جائے، کیا یہ ناشکرا انسان جس نے مال و دولت کے پیچھے دل کھودیا ہے، یہ نہیں جانتا کہ ایک وقت آئے گا کہ: جب قبریں پھٹ جائیں گی، اور ان قبروں میں مدفون لوگوں کو قبروں کی گھرائی سے نکالا جائے گا، جہاں وہ ان کے کہنے کے مطابق میٹھے نیند سوئے ہوئے تھے، سورہ یس آیت "52" میں فرماتا ہے کہ: "قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۝" جب وہ زندہ کیے جائیں گے تو کہیں گے: "ہائے ہماری بربادی! کس نے ہمیں ہمارے سونے کی جگہ سے اٹھادیا؟" انہیں اچانک یاد آئے

گا کہ دنیا میں ایسا وعدہ دیا گیا تھا، " هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ " (یہ وہ ہی ہے جو رحمان ذات نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا) حقیقت یہ ہے کہ : قیامت کا نکر، ناشکروں اور دولت کے پجاریوں کے لیے تنبیہ ہے۔

اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا	وَ حُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝۱۰
---	-----------------------------------

جو راز اور اسرار دلوں میں چھپے ہوئے ہیں ان کو ظاہر کیا جائے گا، اور سارے راز کھل جائیں گے، یعنی جتنے بھی راز پوشیدہ ہوں گے سب کے سب اس دن ظاہر ہوں گے اور اس کے بارے میں حساب و کتاب ہوگا۔ "يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ" (سورہ طارق) اس دن سارے راز فاش ہوں گے) یہ مقام ہے کہ : " فَتَرَى الْهَجْرَ مِمَّنْ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُؤْتِنَا مَا لِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۝ " (سورہ کہف : 49) ترجمہ: " تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اسمیں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے شامت، یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات چھوڑتی ہے نہ بڑی سب لکھ رکھا ہے۔"

جس دن ہم ان کے لیے کتاب اور اعمال نامے نکالیں گے جو مکمل طور پر کھول دیے جائیں گے، یعنی: ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی، ہر چیز ان پر ظاہر کر دی جائے گی، اور ان سے کھا جائے گا : کہ اپنا نامہ اعمال خود دپڑ ہو: " وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْمَنَهُ طَيْرَةٌ فِي عُقْبِهِ ۝ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ۝۱۳

إِقْرَأْ كِتَابَكَ ۝ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝۱۴ " (الاسراء : 14-13) ترجمہ: اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے، اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا (کھائیں گے) اپنی کتاب پڑھے، تو آج اپنا محاسب خود ہی کافی ہے۔"

تم جو بھی کہو، یہاں وہ رب سے کچھ چھپا نہیں سکتا، یہ دنیا کی طرح نہیں ہے، کہ اس کی زبان کچھ اور کہتی ہے، اس کی آنکھیں کچھ اور دیکھتی ہیں، اس کے کان کچھ اور سنتے ہیں اور اس کے دل میں کچھ اور ہے، یہ حال ہے آج لوگوں کا، اسی لیے انہیں سکون نہیں ہے، چونکہ وہ ہر وقت اور ہر صورت حال میں ایک الگ شناخت اور شخصیت رکھتے ہیں، اسی لیے مکمل طور پر متزلزل، الجھنوں میں الجھے ہوئے اور پریشان ہیں۔

بیشک ان کارب اس دن ان کے متعلق یقیناً
خوب خبر رکھنے والا ہے

إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ خَبِيرٌ ۝۱۱

اس کے بندوں کا کوئی کام اس سے پوشیدہ نہیں ہے، ان کو ان کی اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال اور افکار و نظریات پر مکمل آگاہی رکھتا ہے۔

"خبیر" کا مطلب ہے ظاہر اور باطن کا علم ہونا، اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی لوگوں کے معاملات سے باخبر ہے، البتہ قیامت کے دن یہ صفت "خبیر" ہونے کی سب پر ظاہر ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے، اس کی بازپرس بھی درست ہے۔

انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ پوچھنے، آزمائش اور حساب کا وہ دن ضرور آئے گا، کہ دلوں میں چھپے راز اور سینوں میں موجود ارادے ظاہر ہوں گے، اگر اس نے اپنی ناشکری کا اقرار نہ کیا اور اپنے ارادے کو نہ بدلا، اور اس کا ازالہ نہ کیا، تو قیامت کے دن اس کا سامنا رب العالمین سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوف

پہلی بات یہ کہ ہم اپنے مہربان اللہ سے کیوں ڈریں؟ اللہ تعالیٰ جو کہ کمال و جمال مطلق کا حامل ہے اور رحیم و کریم ہے، اس سے تو انسان کو محبت کرنا چاہیے؟، جواب: انسان کا اللہ سے ڈرنے کی بنیاد کا خلاصہ دو چیزوں میں کیا جاسکتا ہے:

1 - بعض اوقات انسان کا خوف ان فرائض اور ذمہ داریوں کی وجہ سے ہوتا ہے جو اس کے کندھوں پر ہیں، اور ممکن ہے کہ اس کو پورا کرنے میں وہ کوتاہی کرے، نتیجتاً وہ خدا کی عدالت میں اس کا جواب نہیں دے سکے گا، اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی یا دوسروں کے حقوق کا احترام نہ کرنے کی صورت میں اسے سزا دی جائے گی، یا محبوب کی نظروں میں اپنا مقام کھو دے، اسے اپنے گناہوں کا ڈر ہے۔

2 - بعض اوقات خوف اللہ کے مقام کی عظمت کو پہنچانے اور خدا کے لامحدود اور عظیم الشان وجود کی طرف توجہ کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی کبھی ملاقات کرنے والا اس کی شان و شوکت سے اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل میں خوف محسوس کرتا ہے، اس حد تک کہ وہ بولتے وقت ہکلاتا ہے، اور بعض اوقات اپنی بات بھی بھول جاتا ہے، حالانکہ اس عظیم شخصیت کو اس سے اور سب سے بے پناہ محبت اور پیار ہوتا ہے، اور اس سے کوئی غلط کام بھی سرزد نہیں ہوا، اس قسم کا خوف عظمت کے ادراک کا عکس اور رد عمل ہے، یہ حالت

صرف ان لوگوں کو حاصل ہوسکتی ہے جو خدا کی پاک ذات کی عظمت اور خدا کے بلند مرتبہ سے واقف ہوں، اور جنہوں نے اس کے قریب ہونے کی لذت کا مزہ چک لیا ہو۔

قرآن کریم اس حالت کو علم و معرفت والے بندوں کے لیے خاص قرار دیتا ہے، "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" (سورہ فاطر آیت: 28) ترجمہ: "خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں، بیشک خدا غالب (اور) بخشنے والا ہے"۔

اس قسم کا خوف دنیاوی اور نفسانی اور خدا کے علم، قدرت اور حکمت کی معرفت سے پیدا ہوتا ہے۔

خوف الہی، خواہ وہ پہلے معنی میں ہو یا دوسرے معنی میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام اور مقام و مرتبہ اور انسانی وجود میں ان حقائق سے متعلق امور کی یاد دہانی اور اس کی طرف مکمل توجہ کا سب سے اہم عنصر ہے، اس وجہ سے خوف خدا اور ڈر کا مقام دنیاوی غفلتوں، انحرافات اور لغزشوں سے بچنے کے لیے سب سے قیمتی مظہر ہے، ایک وقت میں سچائی کی سمجھ کے ساتھ خوف انسانی وجود میں اندرونی اور روحانی خوشی کو ظاہر کرتا ہے، اس خوف سے جو خوشی وابستہ ہے، وہی خوشی دنیا کے عظیم ترین شخصیت کے سامنے ہونے کی خوشی ہے، کہ دباؤ کے باوجود اس کی وجہ سے ہونے والی موجودگی اور پریشانی کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا، اور اسے ہمیشہ خوبصورت ترین لمحے کے طور پر یاد رکھا جائے گا، خوف اور غصہ ہر وقت قابل مذمت اور تکلیف دہ نہیں ہے، بلکہ یہ تو قربت کا عامل، زیادہ محبت، آخرت کی سعادت اور نجات اور مستقبل قریب میں خوف سے نجات کی ضمانت بھی ہے۔

اگر انسان ایک طرف خدا کی عظمت و بزرگی اور دوسری طرف اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے خوف الہی تک نہ پہنچ سکے، اور حقیقی معنی میں عاجزی اور خوف اس کے وجود میں غالب نہ ہو تو وہ اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے اور توبہ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا، قیامت کے دن وہ ایک افراتفری اور انتہائی خوفناک صورتحال سے دوچار ہوگا، جس کی دہشت خدا کے سامنے ہونے کے خوف سے ہزاروں گنا زیادہ ہے۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**